

اودھار (بجائت) کا دن ہوگا۔ ہم موجودہ حالتوں کے شکار بنے ہوئے ہیں۔ وہی ہمارا سیتا ناس کر رہی ہیں اور جب تک پونجی کی یہ بیڑیاں ہمارے پیروں سے نہ نکلیں گی تب تک یہ نجوست ہمارے سر پر منڈلاتی رہے گی۔ ہم انسانیت کا وہ دوجہ نہ پاسکیں گے جس پر پہنچنا زندگی کا انتہائی مقصد ہے۔“

رائے صاحب نے پھر گوری دان نکالا اور کئی بیڑے منہ میں رکھ لئے۔ کچھ اور کہنے والے تھے کہ ایک چراسی نے آکر کہا ”سرکار، بیگاریوں نے کام کرنے سے انکار کر دیا ہے، کہتے ہیں کہ جب تک ہمیں کھانے کو نہ ملے گا ہم کام نہ کریں گے۔ ہم نے دھمکا یا تو سب کام چھوڑ کر الگ ہو گئے۔“

رائے صاحب کے ماتھے پر بل پڑ گئے، آنکھیں نکال کر بولے۔ چلو میں ان بد معاشوں کو ٹھیک کرتا ہوں۔ جب کبھی کھانے کو نہیں دیا گیا تو آج یہ نئی بات کیوں؟ ایک آدھ روز کے حساب سے مزدوری جو ہمیشہ ملتی رہی ہے اسی مزدوری پر انھیں کام کرنا ہوگا، سیدھے کریں یا ٹیڑھے۔“

پھر ہوری کی طرف دیکھ کر بولے ”تم اب جاؤ ہوری، اپنی تیاری کر دو جو بات میں نے کہی ہے اس کا خیال رکھنا۔ تمہارے گاؤں سے مجھے کم از کم پانچ نوکی امید ہے۔“

رائے صاحب جھلاتے ہوئے چلے گئے۔ ہوری نے دل میں سوچا کہ ابھی یہ کیسی کیسی دھرم کی باتیں کر رہے تھے اور یکایک اتنے گرم ہو گئے۔ سورج سر پر اُگیا تھا۔ اس کی تپش سے متاثر ہو کر بیڑوں نے اپنا پھیلاؤ سمیٹ لیا تھا۔ آسمان غبار آلود ہو رہا تھا اور سونے کی زمین کا پنتی ہوئی سی معلوم ہوتی تھی۔

ہوری نے اپنی لالٹی اٹھائی اور گھر چلا۔ شگون کے بچے کہاں سے آئیں گے۔ یہی فکر اس کے سر پر سوار تھی۔

ہو رہی اپنے کانوں کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ ابھی تک گوبر کھیت میں ایکھ گود رہا ہے اور دونوں لڑکیاں بھی اس کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔ ٹوہل ہی تھی، بگولے اٹھ رہے تھے، زمین جل رہی تھی، جیسے قدرت نے ہوا میں آگ بھردی ہو۔ یہ سب ابھی تک کھیت میں کیوں کام کے پیچھے جان دینے پر ستے ہوتے ہیں؟ وہ کھیت کی طرف چلا اور دور ہی سے چلا کر بولا: "آتا کیوں نہیں گوبر، کیا کام ہی کرتا رہے گا؟ دوپہر ڈھل گئی، کچھ سو جھتا ہے کہ نہیں۔"

اسے دیکھتے ہی تینوں نے کدالیں اٹھالیں اور ساتھ ہولنے۔ گوبر سانولا لمبا، اکھرے بدن کا نوجوان تھا جسے اس کام سے دلچسپی نہ معلوم ہوتی تھی چہرے پر خوشی کی جگہ بے اطمینانی اور بیدلی تھی، وہ اس لئے کام میں لگا ہوا تھا کہ وہ دکھانا چاہتا تھا کہ اسے کھانے پینے کی کچھ فکر نہیں ہے۔ بڑی لڑکی سونا شرمیلی لڑکی تھی، سانولی، سڈول، تیز اور خوش۔ گاڑھے کی سرنج ساڑی جسے وہ گھٹنوں کو موڑ کر کمر میں باندھے ہوئے تھی، اس کے ہلکے بدن پر کچھ لدی ہوئی سی معلوم ہوتی تھی اور اسے پختگی کا رنگ دے رہی تھی۔ چھوٹی لڑکی ردا پا پنج چھ سال کی چھو کر رہی تھی، میلی، سر پر بالوں کا ایک گھونٹلا سا بنا ہوا، ایک لنگوٹی کمر میں لگی ہوئی، بڑی شریہ اور رونے والی۔

روبانے ہو رہی کے بیروں سے پٹ کر کہا: "کا کا دیکھو میں نے ایک ڈھیللا بھی نہیں چھوڑا۔ بہن کہتی ہے جا پیر تلے بیٹھ۔ ڈھیلے نہ توڑے جاتیں گے کا کا تو مٹی کیسے برابر ہوگی؟"

ہوری نے اسے گود میں اٹھا کر پیار کرتے ہوئے کہا: بہت اچھا کی بیٹی، چل گھر چلیں۔“

کچھ دیر اپنی بیدلی کو دبائے رہنے کے بعد گوبر بولانیہ تم رُوح رُوح (روز روز) مالکوں کی کھسامد (خوشامد) کرنے کیوں جاتے ہو۔ لگان نہ چکے تو پیادہ اگر گایاں سناتا ہے، بیگار دینی ہی پڑتی ہے۔ بخر بخرانہ (نذر نذران) سب تو ہم سے بھرایا جاتا ہے، پھر کسی کی کیوں سلامی کرو؟“

اس وقت یہی خیالات ہوری کے دل میں بھی آ رہے تھے۔ مگر لڑکے کے باغیانہ جذبے کو دبانا ضروری تھا بولانا سلامی کرنے نہ جائیں تو رہیں کہاں بھگوان نے جب گلام (غلام) بنادیا ہے تو اپنا کیا بس ہے؟ اسی سلامی کی برکت ہے کہ دوارے (دروازے) پر جھونپڑی بنائی اور کسی نے کچھ کہا۔ گھوڑے نے دوارے پر کھونٹا گاڑا تھا جس پر کارندے نے دور سے ڈانسٹر (تادان) لے لئے تھے۔ تیلیا سے ہم نے کتنی مٹی کھودی، کارندہ نے کچھ نہیں کہا، دوسرا کھودے تو بخر (نذر) دینی پڑے۔ اپنے مطلب کے لئے سلامی کرنے جاتا ہوں۔ پاؤں میں سینچر نہیں ہے اور سلامی کرنے میں کچھ سکھ ملتا ہے۔ گھنٹوں کھڑے رہو تب مالک کو کہیں کھبر (خبر) ہوتی ہے۔ کبھی باہر نکلتے ہیں، کبھی کہلا دیتے ہیں پھر صت (فرمت) نہیں ہے۔“

گوبر نے طنز سے کہا ”بڑے آدمیوں کی ہاں میں ہاں ملانے میں تھوڑا بہت سکھ ملتا ہے، انہیں تو لوگ ممبری کے لئے کیوں کھڑے ہوں؟“

جب سر پر پڑے گی تب معلوم ہوگا بیٹا، ابھی جو چاہے کہہ لو پہلے میں بھی ایسا ہی سوچا کرتا تھا پر اب معلوم ہوا کہ ہماری گردن دوسروں کے پاؤں تلے دبی ہوئی ہے اگر نہاہ نہیں ہو سکتا۔“

گو تر باپ پر اپنا غصہ اتار کر کچھ ٹھنڈا ہو گیا اور چپ چاپ چلنے لگا۔  
سونانے دیکھا کہ روپا باپ کی گود میں چڑھی ہے تو حسد ہوا اسے ڈانٹ کر  
بولی "آپ گود سے اتر کر پاؤں پاؤں کیوں نہیں چلتی کیا پاؤں لوٹ گئے  
ہیں؟"

روپا نے باپ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر ڈھشائی سے کہا "نہ اتریں گے  
جاؤ۔ کا کا! بہن ہم کو چڑھایا کرتی ہے کہ تو روپا ہے میں سونا ہوں۔ میرا  
نام کچھ اور رکھ دو۔"

ہوری نے سونا کو بناوٹی غصے سے دیکھ کر کہا "تو اسے کیوں چڑھاتی  
ہے سونیا؟ سونا تو دیکھنے کو ہے، بناہ تو روپا سے ہوتا ہے۔ روپا نہ ہو تو  
روپے کہاں سے بنیں بتا؟"

سونانے اپنی بات رکھنے کے لئے کہا "سونانہ ہو تو مہر کیسے بنے،  
نتھنی کہاں سے آوے، کنٹھایا کیسے بنے؟"

گو تر بھی اس تفریحی بحث میں شامل ہو گیا۔ روپا سے بولا "تو  
کہہ دے کہ سونا تو سوکھی بچی کی طرح پیلا ہوتا ہے، روپا تو اُجلا ہوتا ہے  
جیسے چندرمان۔"

سونا بولی "بیابان میں پیلی ساڑی پہنی جاتی ہے۔ اجلی ساڑی کوئی  
نہیں پہنتا۔"

روپا اس دلیل سے ہار گئی۔ گو تر اور ہوری کی کوئی دلیل اس کے  
سامنے نہ ٹھہر سکی۔ اس نے رونی آنکھوں سے ہوری کو دیکھا۔

ہوری کو ایک نئی بات سوچہ گئی "سونابڑے آدمیوں کے لئے  
ہے ہم گرہیوں (غریبوں) کے لئے تو روپا ہی ہے جیسے جو کورا جا کہتے

ہیں، گیہوں کو چار، تو اسی لئے تاکہ گیہوں بڑے آدمی کھاتے ہیں اور جو ہم لوگ کھاتے ہیں؟“

سونے کے پاس اس زبردست دلیل کا کوئی جواب نہ تھا۔ ہار کر بولی ”تم سب ایک ہو گئے، نہیں روپیا کو رلا کر چھوڑتی۔“

روپا نے ہاتھ مٹکا کر کہا ”اے رام سونا چار! اے رام سونا چار! اس جیت کی اُسے اتنی خوشی ہوئی کہ باپ کی گود میں نہ رہ سکی زمین پر کود پڑی اور اُچھل اُچھل کر یہ رٹ لگانے لگی ”روپا راجہ سونا چار! روپا راجہ سونا چار!“

یہ لوگ گھر پہنچے تو دھینا دروازے پر کھڑی ان کی راہ دیکھ رہی تھی، خفا ہو کر بولی ”آج اتنی دیر کیوں کی، گو تر؟ کام کے پیچھے کوئی جان تھوڑے ہی دے دیتا ہے۔“ پھر شوہر سے گرم ہو کر کہا ”تم بھی ہاں سے کمائی کر کے لوٹے تو کھیت پہنچے۔ کھیت کہیں بھاگا جاتا تھا؟“

دروازے پر کناں تھا۔ ہواری اور گو تر نے ایک ایک کلسا پانی سر پر ڈالا، روپا کو نہلایا اور کھانا کھانے گئے۔ جو کی روٹیاں تھیں مگر گیہوں کی سی سفید اور چکنی۔ ارہر کی دال تھی جس میں کچا آم پڑا تھا۔ روپا باپ کی تھالی میں کھانے بیٹھی۔ سونے نے اُسے حد بھری نگاہوں سے دیکھا گویا کہہ رہی تھی ”داہ رے دلار!“

دھینا نے پوچھا ”مالک سے کیا بات چیت ہوئی؟“

ہواری نے لوثا بھر پانی چڑھاتے ہوئے کہا ”یہی تحصیل دموں کی بات تھی اور کیا۔ ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑے آدمی بڑے سکھی ہوں گے پر سچ پوچھو تو وہ ہم سے بھی ادھک (زیادہ) دکھی ہیں۔ ہمیں اپنے پیٹ ہی کی

پھکے (نکر) ہے انھیں تمام پھکریں گھیرے رہتی ہیں۔  
راتے صاحب نے اور کیا کیا کہا تھا وہ ہو رہی کو یاد نہ تھا۔ اس کُل  
بیان کا لُٹِ لباب ہی اس کے حافظے میں باقی رہ گیا تھا۔

گو بر نے طنز سے کہا: اپنی ریاست دے دیتے؟ اپنے کھیت، بِل،  
ہل، کدالی سب انھیں دینے کو تیار ہیں۔ کریں گے بدلہ؟ یہ سب ڈھونگ  
ہے، نری مُٹ مُردی! جسے دکھ ہوتا ہے وہ درجنوں موٹر نہیں رکھتا،  
مخلوں میں نہیں رہتا، علوا پوری نہیں کھاتا اور نہ ناچ رنگ میں پھنسا رہا  
ہے۔ آرام سے راج کا سکھ بھوگ رہے ہیں، اس پر دکھی بنتے ہیں!“

ہو رہی نے جھنجھلا کر کہا: ”اب تم سے حجت کون کرے بھائی؟  
ریاست کسی سے چھوڑی جاتی ہے کہ وہی چھوڑ دیں گے۔ ہمیں کو کھیتی سو  
کیا ملتا ہے؟ ہر آدمی کے حساب سے ایک آنہ رُنج کی مجوری (مردوری)  
بھی تو نہیں پڑتی۔ جو دس روپے ہمینہ کا بھی نوکر ہے وہ ہم سے اچھا  
کھاتا پیتا ہے۔ پر کھیتوں کو چھوڑا تو نہیں جاتا۔ کھیتی چھوڑ دیں تو اور کریں گے  
کیا؟ نوکری کہیں ملتی ہے! پھر مر جا بھی تو پالنا ہی پڑتی ہے۔ کھیتی میں جو  
مر جا رہے وہ نوکری میں تو نہیں ہے اسی طرح جمیداروں (زمینداروں) کا  
حال بھی سمجھنا۔ ان کی جان کو بھی تو سینکڑوں لوگ لگے ہوتے ہیں۔ حاکموں  
کو رُسد پہنچاؤ ان کی سلامی کر دو۔ عملوں کو کھس (خوش) کرو، تاریکھ (تاریخ)  
پر مال گجاری (مالگذاری) نہ چکاویں تو حوالات ہو جائے، کڑکی (قرنی) کی  
نوبت آجائے۔ ہمیں تو کوئی حوالات نہیں لے جاتا۔ دوچار گالیاں یا جھڑکیاں  
ہی تو مل کر رہ جاتی ہیں۔“

گو بر نے احتجاج کیا: ”یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ ہم لوگ دانے دانے

کو محتاج ہیں، سوچے بدن پر کپڑے نہیں ہیں، چوٹی کا پسینہ اینٹڑی تک جاتا ہے، تب بھی گجر (گزر) نہیں ہوتی۔ انہیں کیا آرام سے گدا مند لگاتے بیٹھے ہیں، ایکڑوں نوکر چاکر ہیں، ہزاروں (ہزاروں) آدمیوں پر حکومت ہے، رشتے چاہے جمع نہ ہوتے ہوں پر سکھ تو سبھی طرح کا ملتا ہے۔ روپیہ لے کر آدمی اور کیا کرتا ہے؟“

”تو تمہاری سمجھ میں ہم اور وہ برابر ہیں؟“  
 بھگوان نے تو سب کو برابر ہی بنایا ہے۔“  
 یہ بات نہیں ہے بیٹا، چھوٹے بڑے بھگوان کے گھر سے بن کر آتے ہیں۔ دھن بڑی تپسیا سے ملتا ہے۔ انہوں نے پہلے جنم میں جیسا کام کیا اُس کا سکھ اٹھا رہے ہیں۔ ہم نے کچھ نہیں جمع کیا تو ملے کیا؟“  
 یہ سب من کو سمجھانے کی باتیں ہیں، بھگوان سب کو برابر بناتے ہیں یہاں جس کے ہاتھ میں لالٹھی ہے وہ چھوٹوں کو کچل کر بڑا بناتا ہے۔“  
 یہ تمہارا بھرم ہے۔ مالک آج کل بھی نیت چار گھنٹے بھگوان کا بھجن کرتے ہیں۔“

”کس کے بل پر یہ بھجن اور دان دھرم ہوتا ہے؟“

”اپنے بل پر۔“

”نہیں کسانوں کے بل پر اور مجوروں (مزدوروں) کے بل پر! یہ پاپ کا دھن پیچے کیسے؟ اسی لئے دان دھرم کرنا پڑتا ہے، بھگوان کا بھجن بھی اسی لئے ہوتا ہے۔ بھو کے ننگے رہ کر بھگوان کا بھجن کریں تو ہم بھی دیکھیں ہیں کوئی دونوں جون کھانے کو دے تو ہم آٹھوں پہر بھگوان کا بھجن ہی کرتے رہیں۔ ایک دن کھیت میں اوکھ گوڑنا پڑے تو ساری محبت گتی

بھول جائے۔“

ہوری نے ہار کو کہا: اب تمہارے منہ کون لگے بھائی؟ تم تو بھگوان کی لیلایں بھی ٹانگ اڑاتے ہو۔“

تیسرے پہر گو بر کدال لے کر چلا تو ہوری نے کہا میرا (ذرا) ٹھہر جاؤ بیٹا، ہم بھی چلتے ہیں تب تک تھوڑا بھوسہ نکال کر رکھ دو۔ میں نے بھولا کو دینے کے لئے کہا ہے۔ بیچارہ آج کل بہت تنگ ہے؟“

گو بر نے عدول غمی کے انداز سے دیکھ کر کہا: اب ہمارے پاس بچنے کو بھوسہ نہیں ہے۔“

”بچتا نہیں ہوں بھائی، یوں ہی دے رہا ہوں وہ سنکٹ (مصیبت) میں ہے۔ اس کی مدد تو کرنی ہی پڑے گی۔“

”جیس تو اس نے کبھی ایک گائے نہیں دے دی۔“

دھینا منک کر بولی: ”گائے نہیں وہ تو وہ دے رہا تھا! انہیں گاؤں دے دے گا! آنکھیں آبنے بھر کو کبھی دودھ تو بھیجا نہیں، گائے دے دے گا بڑا دینے والا۔“

ہوری نے قسم کھائی: ”نہیں جوانی قسم (قسم) اپنی پچھائیں گائے دے رہے تھے۔ ہاتھ تنگ ہے، بھوسہ چارہ نہیں رکھ سکتے۔ اب ایک گائے بیچ کر بھوسہ لینا چاہتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ سنکٹ میں بڑے آدمی کی گائے کیا لوں۔ تھوڑا سا بھوسہ دیئے دیتا ہوں، کچھ روپے ہاتھ آجائیں گے تو گائے لے لوں گا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے چنکا دوں گا۔ اسی روپے کی ہے مگر ایسی کہ آدمی دیکھتا رہے۔“

گو بر نے آڑے ہاتھوں لیا: ”تمہارا یہی دھرم تھا پن تو تمہاری درگت



کر رہا ہے۔ ساچھ (صاف) تو بات ہے۔ اسی روپے کی گائے ہے، ہم سے میں روپے کا بھوسہ لے لیں اور گائے دے دیں۔ ساٹھ رہ جائیں گے وہ ہم دھیرے دھیرے دے دیں گے“

ہواری رازدارانہ طور پر تسکرایا ”میں نے ایسی چال سوچی ہے کہ گائے یوں ہی ہاتھ آجائے۔ کہیں بھولا کا بیاہ ٹھیک کرنا ہے۔ بس دو چار من بھوسہ تو اپنا رنگ جانے بھر کو دیتا ہوں“

گوبر نے حقارت سے کہا ”تو تم اب سب کا بیاہ ٹھیک کرتے پھر دے گے؟“

دھنیانے تیکھی نگاہوں سے دیکھ کر کہا ”اب یہی ایک کام تو رہ ہی گیا ہے۔ نہیں دینا ہے ہیں بھوسہ کسی کو۔ یہاں بھولی بھالا کسی کا ادھار نہیں کھایا ہے“

ہواری نے اپنی صفائی دی ”اگر میری تدبیر سے کسی کا گھر بس جائے تو کون سی برائی ہے؟“

گوبر نے چلم اٹھائی اور آگ لینے چلا گیا۔ اُسے یہ جھمیل بالکل پسند نہ تھا۔

دھنیانے سر ہلا کر کہا ”جوان کا گھر بسائے گا وہ اسی روپے کی گائے لے کر چپ نہ ہوگا، ایک پھلی گنوائے گا“

ہواری نے چٹاڑا دیا ”یہ جانتا ہوں لیکن اس کی بھلنی کو بھی تو دیکھو کہ مجھ سے جب ملتا ہے تیرا ہی بھان کرتا ہے، ایسی چھی ہے، ایسی سیلکے دار (سلیقہ دار)“

دھنیانے چہرے پر آب آگئی۔ میں اُن کے بھان کی بھوکی نہیں

وہ اپنا بھان دھرے رہیں۔“

بھولا نے محبت کی مسکراہٹ سے کہا۔ میں نے تو کہہ دیا کہ بھیا وہ ناک پر کھی بھی بیٹھنے نہیں دیتی، گائیوں سے ثوابت کرتی ہے۔ پردہ یہی کہے جانے کہ عورت نہیں کھی ہے۔ بات یہ ہے اس کے گھروالی بڑے کڑے سو بھاو کی تھی۔ بیچارہ اس کے ڈر سے بھاگا بھاگا پھرتا تھا۔ کہتا تھا کہ جس دن تمھاری گھروالی کا منہ تڑپ کے دیکھ لیتا ہوں اس دن کچھ نہ کچھ جو (ضرور) ہاتھ لگتا ہے۔ میں نے کہا تمھارے ہاتھ لگتا ہوگا، یہاں تو رواج دیکھتے ہیں پر کبھی پیسے سے بھیٹ نہیں ہوتی۔“

”تمھارے بھاگ ہی کھوٹے ہیں تو میں کیا کروں۔“

لگا اپنی عورت کی برائی کرنے کہ بھکاری کو بھیک تک نہ دیتی تھی، بھاڑ وار نے دوڑتی تھی، لالچن ایسی کہ نمک اوروں کے گھر سے مانگ لاتی تھی۔ مرنے پر کسی کی کیا برائی کروں، مجھے دیکھ کر جل جاتی تھی۔“

”بھولا بڑا گھور (غموار) تھا کہ اس کے ساتھ نباہ کیا۔ اور ہوتا تو بس کھا کر مر جاتا۔ مجھ سے دس سال بڑے ہوں گے۔ بھولا پر رام رام پہلے ہی کرتے ہیں۔“

”تو کیا کہتے تھے کہ جس دن تمھاری گھروالی کا منہ دیکھ لیتا ہوں تو کیا ہوتا ہے؟“

”اس دن بھگوان کہیں نہ کہیں سے کچھ بھیج دیتے ہیں۔“

”بہوئیں بھی تو ایسی ہی چٹوری آئی ہیں۔ اب کی سبوں نے دو روپے کے کھر بوئے (خربوزے) ادھا رکھا ڈالے ادھا رکھل جاتے تو انھیں چننا (نکر) نہیں ہوتی کہ دینا بھی پڑے گا یا نہیں۔“

”اور بھولا روتے کا ہے کوہیں“  
 گو تر آکر بولا بھولا دادا آگئے، من دامن بھوسہ ہے سو نہیں دید  
 پھر ان کا بیاہ کھوجئے نکلوا“

دھنیا نے سمجھایا ”آدمی دوارے پر بیٹھا ہے۔ اس کے لئے کھاٹ  
 واٹ تو ڈال نہیں دی اوپر سے لگے بھنجنانے، کچھ تو بھلنسے سیکھو، کلسا  
 لے جاؤ پانی بھر کر رکھ دو، ہاتھ منہ دھوئیں، کچھ شربت پانی کرا دو۔  
 مصیبت ہی میں تو آدمی دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے“

ہوری بولا ”شربت و ربٹ کا کام نہیں، کون کوئی مہان ہیں“  
 دھنیا نے بگڑ کر کہا ”مہان اور کیسے ہوتے ہیں؟ روح روح  
 (روز روز) تمھارے دوارے پر نہیں آتے۔ اتنی دور سے دھوپ  
 گھام میں آئے ہیں پیاس لگی ہی ہوگی روپیا! دیکھ ڈبے میں تاکھو ہے۔  
 دمتاکو کہ نہیں۔ گو تر کے مارے کا ہے کوچی ہوگی، دوڑ کر ایک پیسے  
 کی تاکھو سیٹھانی کی دوکان سے لے لے“

بھولا کی آج جتنی خاطر ہوئی اور کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ گو تر نے چارپائی  
 ڈال دی۔ سونا شربت بنالائی، روپیا تمباکو بھر لائی۔ دھنیا دروازے  
 پر کواڑ کی آڑ میں کھڑی اپنے کانوں سے اپنی تعریف سننے کے لئے بیقرار  
 ہو رہی تھی۔

بھولا نے چلم ہاتھ میں لے کر کہا ”اچھی گھرنی دہلیہ! گھر میں آجائے  
 تو بچہ لوکی لچھی آگئی۔ دی جاتی ہو کچھوٹے بڑے کا اور تنکا (خاطر و مدارات) کیسے کرنا چاہئے؟“  
 دھنیا کے دل میں خوشی کی لہر دوڑ رہی تھی، فکر اور مایوسی اور مفلسی  
 سے گھرا ہوا دل ان الفاظ میں نرمی اور تسکین کا احساس کر رہا تھا۔

ہو رہی جب بھولا کا کھانچا اٹھا کر جھوسہ لانے اندر گیا تو دھنیا بھی پیچھے پیچھے چلی۔ ہو رہی نے کہا نہ بچانے کہاں، سے اتنا بڑا کھانچا مل گیا۔ کسی بھڑ بھونچے سے مانگ لایا ہو گا۔ من بھر سے کم میں نہ بھرے گا۔ دو کھانچے دے تو دو من جھوسہ نکل جائے گا۔“

دھنیا خوش تھی، ملاست کی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی یا تو کسی کو نیوتہ نہ دو اور دو تو بھر پیٹ کھلاؤ۔ تمھارے پاس پان پھول بیٹے تھوڑی آٹے ہیں کہ ٹوکری لے کر چلتے، دیتے ہی ہو تو تین کھانچے دیدو۔ بھلا آدمی اپنے لڑکے کو کیوں نہیں لایا؟ اکیلا کہاں تک ڈھونڈے گا۔ جان نکل جائے گی۔“ تین کھانچے تو میرے دے نہ دے جائیں گے۔“

”تب کیا ایک کھانچا دے کر ٹالو گے؟ گو تر سے کہدو کہ اپنا کھانچا بھر کر اُن کے ساتھ چلا جائے۔“

”گو تر اوکھ گو تر نے جا رہا ہے۔“

”ایک دن نہ گو تر نے سے اوکھ نہ سوکھ جائے گی۔“

”یہ تو ان کا کام تھا کہ کسی کو اپنے ساتھ لاتے۔ بھگوان کے دے دو دو بیٹے ہیں۔“

”نہ ہوں گے گھر پر، دو دھلے کر باٹ گئے ہوں گے۔“

”یہ تو اچھی دل لگی ہے کہ اپنا مال بھی دو اور اُسے گھر تک پہنچا بھی دو۔“

لاد دے، لدا دے اور لادنے والا ساتھ کر دے۔“

”اچھا بھائی کوئی مت جائے، میں پہنچا دوں گی، بڑوں کی سیوا کرنے میں لاج نہیں ہے۔“

”اور تین کھانچے انھیں دیدوں تو اپنے بیل کیا کھائیں گے؟“

”یہ سب تو نیوتا دینے کے پہلے ہی سوچ لینا تھا۔ نہ ہو تو تم اور گوہر دونوں چلے جاؤ“  
 ”مروت، مروت کی طرح کی جاتی ہے، اپنا گھراٹھا کر نہیں دے دیا جاتا“

”ابھی جمیندار (زمیندار) کا پیادہ آجائے تو اپنے سر پر جھوسہ لاد کر ہنپا و گے، تم تمھارا لڑکا اور لڑکی سب اور وہاں سایت (شاید) من دو من لکڑی بھی چیرنی پڑے“  
 ”جمیندار کی بات اور ہے“

”ہاں وہ ڈنڈے کے بل کام لیتا ہے نا“

”اس کے کھیت نہیں جوتے؟“

”کھیت جوتتے ہیں تو لوگان نہیں دیتے ہیں؟“

”اچھا بھائی جان نہ کھا، ہم دونوں چلے جائیں گے۔ کہاں سے ابھیں میں نے جھوسہ دینے کو کہہ بھی دیا تو چلے ہی گی نہیں اور اگر چلے گی تو دوڑنے لگے گی“

تینوں کھانچے بھوسے سے بھر دئے گئے۔ گوہر کڑھ رہا تھا۔ اُسے اپنے باپ کے برتاؤ پر ذرا بھی اعتبار نہ تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ جہاں جاتے ہیں وہیں کچھ نہ کچھ گھر سے دے آتے ہیں، دھنیا خوش تھی، رہا ہو ری وہ دھرم اور سوار تھ کے بیچ میں ڈوبتا اترتا جا رہا تھا۔

ہو ری اور گوہر بل کر ایک کھانچا باہر لاتے۔ بھولا نے فوراً اپنے انگوچھے کی گنڈلی بنا کر سر پر رکھتے ہوئے کہا: میں اسے رکھ کر ابھی بھاگا آتا ہوں، ایک کھانچا اور لوں گا“

”ہوڑی بولا“ ایک نہیں ابھی دو اور بھرے دھرے ہیں۔ اب تمہیں نہ آنا پڑے گا میں اور گوہر ایک ایک کھا نچائے کر تمہارے ساتھ ہی چلتے ہیں“ بھولا متحیر ہو گیا۔ اُسے ہوڑی اپنا بھائی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر معلوم ہوا۔ اُسے اپنے دل میں ایک ایسی آسودگی کا احساس ہوا جس نے اس کی پوری زندگی کو تروتازہ کر دیا۔

”تینوں بھس لے کر چلے تو راہ میں باتیں ہونے لگیں۔“  
 ”بھولا نے پوچھا: دسہرہ آ رہا ہے مالکوں کے یہاں تو بڑی دھوم دھام ہوگئی“  
 ”ہاں تنبو، سامیا ناگڑ گیا ہے۔ ابکی رام لیلہ میں میں بھی کام کروں گا“  
 رائے صاحب نے کہا ہے کہ مجھے راجہ جنک کا مالی بننا پڑے گا“  
 ”مالک تم سے بہت کھس (خوش) ہیں“  
 ”اُن کی دیا ہے“

ایک لمحے کے بعد بھولا نے پھر پوچھا ”سگن (شگون) کرنے کے لئے روپیوں کا کچھ بندوبست کر لیا ہے؟ مالی بن جانے سے تو کلا نہ چھوٹے گا“  
 ہوڑی نے منہ کا پسینہ پوچھ کر کہا: ”اسی کی چنتا تو مارے ڈالتی ہے۔ دادا، اماں تو سب کا سب کھلیان میں تل گیا۔ جمیندار نے اپنا لیا، مہاجن نے اپنا لیا، میرے لئے پانچ سیر اماں بچ رہا۔ یہ بھوسہ تو میں نے راتوں رات ڈھو کر چھپا دیا تھا نہیں تنکا بھی نہ بچتا۔ جمیندار تو ایک ہی ہے پر مہاجن تین تین ہیں۔ سیٹھانی الگ منگرو الگ اور دادا دین پنڈت الگ، کسی کا بیاج بھی پورا نہ چکا۔ زمیندار کے بھی آدھے روپے دینے سے رہ گئے۔ سیٹھانی سے پھر روپے ادھار لئے تب کام چلا۔ سب طرح کچھایت (کفایت) کر کے دیکھ لیا بھیتا کچھ نہیں ہوتا۔ ہمارا جنم اسی لئے ہوا ہے کہ اپنا لوہو (دھو) بہا دیں اور بڑوں کا

گھر بھڑوبں، روپیہ کا دونا سود بھر چکا پر روپیہ جیوں کا تیلوں سر پر سوار ہے۔  
لوگ کہتے ہیں کہ سادی (شادی) مگی (دعنی) میں تیرتھ برت میں ہاتھ باندھ کر  
کھرج (خرج) کروا پر رستہ کوئی نہیں دکھاتا۔ اسے صاحب نے بیٹے  
کے بیاہ میں بیس ہزار (بیس ہزار) لٹا دیئے، ان سے کوئی کچھ نہیں کہتا،  
منگرو نے اپنے باپ کی کرایا کرم میں پانچ ہزار (ہزار) لگا دئے، ان سے  
کوئی کچھ نہیں پوچھتا۔ ویسی ہی آبرو مر جاؤ تو سب کی ہے۔  
بھولا نے درد آمیز لہجے میں کہا ”بڑے آدمیوں کے برابری کیسے  
کر سکتے ہو بھائی؟“

”آدمی تو ہم بھی ہیں۔“

”کون کہتا ہے کہ ہم تم آدمی ہیں؟ ہم میں آدمیت ہے؟ آدمی وہ ہیں  
جن کے پاس دھن ہے، بل ہے اور بدیا (دوقیا) ہم لوگ تو بیل ہیں اور  
جتنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔ اس پر ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا میں  
کا نام نہیں ہے، ایک کسان دوسرے کے کھیت پر نہ چڑھے تو کوئی اجا بھا  
(اضافہ) کیسے کرے؟ پریم تو سنسار سے اٹھ گیا ہے۔“

بوڑھوں کے لئے ماضی کی راحتوں، حال کی تکلیفوں اور مستقبل کی  
تباہیوں سے زیادہ دلچسپ اور کوئی موضوع نہیں ہوتا، دونوں دوست  
اپنا اپنا دکھڑا روتے رہے۔ بھولا نے اپنے میٹوں کی کرتوتیں کہہ سنائیں؛  
ہو ری نے اپنے بھائیوں کا رونا روایا اور پھر ایک کنویں پر بوجھ  
رکھ کر پانی پینے کے لئے بیٹھ گئے۔ گوہرنے بننے سے لوٹا اور کلسا مالگا اور  
پانی کھینچنے لگا۔

بھولا نے ہمدردی سے پوچھا ”الگ ہوتے ہوئے تو تمہیں بڑا رنج ہوا ہوگا

بھائیوں کو تم نے بیٹوں کی طرح پالا تھا۔  
 ہو رہی کا گلا بھرا یا بولا کچھ نہ پوچھو دادا، جی چاہتا تھا کہ کہیں جا کر  
 ڈوب مروں، میرے جیتے جی سب کچھ ہو گیا۔ جن کے لئے اپنی جوانی  
 دھول میں ملا دی وہی میرے مدعی ہو گئے اور جھگڑے کی کیا تھی؟ یہی کہ  
 میری گھر والی ہار میں دبا ہوا کام کرنے کیوں نہیں جاتی۔ پوچھو، گھر دیکھنے والا  
 بھی تو کوئی چاہئے کہ نہیں؟ لینا، دینا، دھونا اٹھانا یہ سب کون کرے؟  
 پھر وہ گھر پر بیٹھی تو نہیں رہتی۔ جھاڑو، رسوئی، چوکا، برتن، لڑکوں کی دیکھ  
 بھال یہ کوئی تھوڑا کام ہے؟ سو بھائی عورت گھر سنبھال لیتی ہے کہ مہرا کی  
 عورت میں یہ ڈھنگ تھا؟ جب سے الگا ہوا، دونوں گھروں میں ایک  
 جوں روٹی پٹتی ہے۔ نہیں تو سب کو دن میں چار چار بار بھوک لگتی تھی اب  
 کھائیں چار بار تو دیکھیں۔ اس مالک پن میں گو بڑکی ماں کی جو درگت ہوئی  
 وہ میں ہی جانتا ہوں۔ بیجاری اپنی دیورا نیوں کے پھٹے پرنے کپڑے پہن کر  
 دن کا شتی تھی۔ خود بھوک تھوڑی ہو گی پر بہوؤں کے لئے جل پان تک کا  
 دھیان رکھتی تھی۔ اپنے تن پر گھنے کا نام کچا دھاگانہ تھا پر دیورا نیوں کے  
 لئے چار چار گھنے بنوا دئے۔ سونے کے نہ ہسی چاندی کے تو ہیں۔ ڈاہ یہی  
 تھی کہ یہ مالک کیوں ہے۔ بہت اچھا ہوا کہ الگ ہو گئے۔ میرے سر سے بلا ٹٹی  
 بھولانے ایک لوطا پانی چڑھا کر کہا۔ یہی حال گھر گھر کا ہے بھیا، بھائی  
 کی بات ہی کیا یہاں تو لڑکوں سے بھی نہیں پٹی اور پٹی اس لئے نہیں کہ  
 میں کسی کی کچال دیکھ کر منہ بند نہیں رکھ سکتا۔ تم جو اٹھیلو گے، چرس پیو گے  
 گانے کی دم لگاؤ گے مگر آدے گا کس کے گھر سے؟ کھرج (خرچ) کرنا  
 چاہتے ہو تو کماؤ۔ پر کمائی تو کسی سے نہ ہو گی، کھرج دل کھول کر کریں گے



بڑا لڑکا کا متا سودا لے کر ہاٹ جائے گا تو آدھے پیسے گائب (دغائب) !  
 پوچھو تو کوئی جواب نہیں، چھوٹا جنگلی ہے۔ وہ سنگت کے پیچھے متوالا رہتا  
 ہے۔ سانجھ ہوئی اور ڈھول مچرا لے کر بیٹھ گیا، سنگت کو میں بڑا نہیں کہتا،  
 گانا بجانا عیب نہیں، پر کام پھر صحت (فرصت) کے ہیں۔ یہ نہیں کہ گھر کا  
 کوئی کام نہ کرو، آٹھوں پہر اسی دھن میں رہو۔ جاتی ہے میرے سر چارہ  
 پانی میں کروں، گائے بھینس میں دو ہوں، دودھ لے کر ہاٹ میں جاؤں،  
 یہ عمر سستی کا جہال ہے۔ گڑ بھرا ہنسیا نہ اگتے بنے نہ نکلتے بنے! لڑکی ہے جھنجھیا  
 وہ بھی نصیب کی کھوٹی۔ تم تو اس کی سگائی میں آئے تھے۔ کتنا اچھا گھر بڑ  
 تھا۔ اس کا آدمی بمبئی میں دودھ کی دوکان کرتا تھا۔ ان دنوں وہاں مندو  
 مسلمانوں میں دنگا ہوا تو کسی نے اس کے پیٹ میں چھرا بھونک دیا۔ گھر  
 ہی چوٹ ہو گیا۔ اب لڑکی کا وہاں نباہ نہ تھا۔ جا کر لے آیا کہ دوسری سگائی  
 کر دوں گا، پردہ مانتی نہیں اور دونوں بھاوجیں ہیں کہ رات دن اُسے  
 چلاتی رہتی ہیں۔ گھر میں مہا بھارت چا رہتا ہے۔ بیچاری بیٹا کی ماری یہاں  
 آئی تو یہاں بھی چین نہیں !

ان ہی دکھڑوں میں راستہ کٹ گیا۔ بھولا کا گانوں تھا تو چھوٹا  
 مگر بہت گلزار، زیادہ تر اہیر ہی بستے تھے اور کسانوں کے دیکھتے اُن کی  
 حالت بہت بُری نہ تھی۔ بھولا گانوں کا مکھیا تھا، دروازے پر بڑی سی  
 چرنی تھی جس پر دس بارہ گائیں، بھینسیں کھڑی سانی نکھا رہی تھیں، باہر  
 دالان میں ایک بڑا سانحت پڑا تھا جو شاید دس آدمیوں سے بھی نہ اٹھتا  
 کسی کھوٹی پر ڈھول لٹک رہی تھی، کسی پر مجیرا تھا۔ ایک طاق پر کوئی  
 کتاب بستے میں بندھی ہوئی تھی جو شاید رمان تھی۔ دونوں بہنیں سامنے

بیٹھی گو بر پاتھ رہی تھیں اور جھینیا چوکھٹ پر کھڑی تھی۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور ناک کے سرے پر بھی سُرخ تھی۔ معلوم ہوتا تھا ابھی رو کر ابھی ہے۔ اس کے بھرے ہوئے، تندرست اور سڈول اعضا میں گویا شتاب انگڑائیاں لے رہا تھا۔ چہرہ بڑا اور گول تھا، گال پھولے ہوئے۔ آنکھیں چھوٹی اور اندر دھنسی ہوئیں، ماتھا تنگ، گمر سینے کا ابھارا اور جسم کا گدگد اپن آنکھوں کو کھینچ لیتا تھا۔ اُس پر چھپی ہوئی گلابی ساڑی اور بھی زینت بڑھا رہی تھی۔

بھولا کو دیکھتے ہی اس نے لپک کر ان کے سر سے کھانچا اتر دیا۔ بھولانے گو تر اور ہوڑی کے کھانچے اتر وائے اور جھینیا سے بولے پہلے ایک چلم بھر لا اور تھوڑا شربت بنالے، پانی نہ ہو تو کاسالا، میں کھینچ لوں ہوڑی مہتو کو پیپا ننتی ہے نا؟

پھر ہوڑی سے بولا ”گھرنی (دہلیہ) بنا گھر نہیں رہتا، بھتیہ۔ پرانی کہاوت ہے، ناٹن کھیتی بھورین گھر۔ ناٹے بیل کیا کھیتی کریں گے اور بھوویں کیا گھر بنھالیں گی؟ جب سے اس کی ماں مری ہے جیسے گھر کی برکت ہی اٹھ گئی، بھوویں آٹا پاتھ لیتی ہیں پر گرسی کیا جانیں؟ ہاں منہ چلانا کھوب (خوب) جانتی ہیں بلونڈے نہیں پھر پرجے ہوں گے سب کے سب آلسی ہیں، کام چور۔ جب تک جیتا ہوں ان کے پیچھے مرتا ہوں، مر جاؤں گا تو آپ سر پر ہاتھ دھر کر رومیں گے۔ لڑکی بھی ویسی ہی ہے۔ تھوڑا سا کہنا بھی کرے گی تو بھنھنا کر۔ میں تو سہ لیتا ہوں، مرد تھوڑے ہی سہے گا۔“

جھینیا ایک ہاتھ میں بھری ہوئی چلم، دوسرے میں شربت کا لوٹا

لئے بڑی تیزی سے آہنچی۔ پھر رستی اور کلسا لے کر پانی بھرنے چلی، گوہر نے اس کے ہاتھ سے کلسا لینے کے لئے ہاتھ بڑھا کر چھینے ہوئے کہا "تم رہنے دو، میں بھرے لاتا ہوں۔"

جھینٹا نے کلسا نہ دیا، کنوئیں کی جگت پر جا کر مسکراتی ہوئی بولی "تم ہمارے جہان ہو، کہو گے کہ ایک لوٹا پانی بھی کسی نے نہ دیا۔"  
 "جہان کا ہے سے ہو گیا، تمھارا پڑوسی ہی تو ہوں۔"  
 "پڑوسی سال بھر میں ایک بار بھی صورت نہ دکھاوے تو جہان ہی ہے۔"

"روح روح (روز، روز) آنے سے تو مر جاو بھی نہیں رہتی۔"  
 جھینٹا منس کر ترچھی نگاہوں سے تاکتی ہوئی بولی "وہی مر جا تو دے رہی ہوں! مہینے میں ایک بار آؤ گے تو ٹھنڈا پانی دوں گی، پندرھویں دن آؤ گے تو حلیم پاؤ گے، ساتویں دن آؤ گے تو بیٹھے گدھاچی دوں گی روح روح آؤ گے تو کچھ نہ پاؤ گے۔"  
 "درس تو دو گی؟"

"درس کے لئے پوچھا کرنی پڑے گی۔"

یہ کہتے کہتے جیسے اُسے کوئی بھولی بات یاد آگئی، اُس کا چہرہ اداس ہو گیا، وہ بدھوا ہے اس کے استری پن (نسائیت) کی ڈیوڑھی پر پہلے اس کا شوہر محافظ بنا بیٹھا رہتا تھا اور وہ بیفکر تھی اب اس جگہ کوئی نگہبان نہ تھا اس لئے وہ دروازے کو سدا بند رکھتی ہے۔ کبھی کبھی گھر کے سونے پن سے اکتا کر وہ دروازہ کھولتی ہے مگر کسی کو آتا دیکھ کر خوف سے دونوں کواڑ پھر بند کر دیتی ہے۔

گوہر نے کلسا پھر نکالا، سب نے شربت پیا اور ایک چلم تمباکو پیکر لوٹ پڑے۔ بھولانے کہا: "کل تم آکر گائے لے جانا گوہر اس سے تو سانی کھا رہی ہے۔"

گوہر کی آنکھیں ایسی گائے پر لگی ہوئی تھیں اور وہ دل ہی دل میں مست ہو جاتا تھا۔ گائے اتنی اچھی اور سڈول ہے، اس کا اسے شان و گمان بھی نہ تھا۔

ہوہری نے لالچ روک کر کہا: "منگوا لوں گا، جلدی کیا ہے؟" "تمہیں جلدی نہ ہو، ہمیں تو جلدی ہے۔ اسے دوا دے پر دیکھ کر تمہیں وہ بات یاد رہے گی۔"

"اس کی مجھے بڑی پھکر ہے دادا۔"

"تو کل گوہر کو بھیج دینا۔"

دونوں نے اپنے کھانچے سر پر رکھے اور روانہ ہوئے۔ دونوں اتنے خوش تھے گویا بیاہ کر کے لوٹے ہوں۔ ہوہری کو تو اپنی دیرینہ خواہش کے پوری ہونے کی خوشی تھی اور وہ بھی بلا پیسے کے! گوہر کو اس سے بھی زیادہ قیمتی چیز مل گئی تھی۔ اس کے دل میں بھی ایک سوئی ہوئی تلتا جاگ اٹھی تھی۔

موقع پا کر اس نے پیچھے کی طرف دیکھا۔ جھینا دروازے پر کھڑی تھی۔ امید کی مستی میں بے صبر اور بے قرار!